آس جزیرہ

اکرم اعوان

انتساب

اُس کے نام جسے میں نے
سوچا بہت ہے ابھی دیکھا نہیں

فہرست

-1	دیباچہ • منارہ نور سے ایک آواز ڈاکٹر اجمل نیازی	11
-2	نعت	23
-3	نعت	25
-4	نعت	27
-5	دشت ہجراں	31
-6	تصویر	32
-7	ہمیں جرم الفت سے انکار کب ہے	35
-8	یہ کس کے عارض	37
-9	ابدی بہاریں	40
-10	کیابات ہے	42
-11	ان کے حسن کی بات	44
-12	یہ دوستی اگر	46
-13	اک ذرا سا بھی	48
-14	کوئی تو درد کا	50
-15	دردِ دل سے	53
-16	عشق بے خود	54
-17	ہم ہی ظالم ہیں	56
-18	آبھی جاؤ	58
-19	قسم ازل کا	60

20-	جب کبھی آؤ	63
21-	یہ دست نازک	65
22-	ترا نام لب پہ	67
23-	رہزن ہو تو	69
24-	تیری دُعائیں	71
25-	آئے گر اک بار	73
26-	تری شہرت	75
27-	یوں اکیلے میں	77
28-	دل ہے میرا	80
29-	ابدی بہاریں	82
30-	انجانا رشتہ	83
31-	بہار	86
32-	انوکھی مسیحائی	88
33-	کیف	91
34-	شادی کی پہلی سالگرہ	93
35-	عید قربان	96
36-	عید	99
37-	قرینہ محبت	102
38-	مردان حر	103
39-	آرزو	105
40-	حسین ویزید	107
41-	اللہ کی شاہی	109

منارہ نور سے ایک آواز

حضرت مولانا ملک محمد اکرم اعوان صاحب ایک ہمہ گیر شخصیت ہیں۔ پہلی نظر میں آدمی ان کی بلند و بالا ہستی سے مرعوب ہو جاتا ہے۔جب ان کی دلربائی اور دلآویزی منکشف ہونے لگتی ہے تو ہر کوئی انہیں اپنا محبوب بنا لینا چاہتا ہے۔وجاہت اور وقار ان کے سراپے میں رقص کرتا ہے۔ یہاں وجد کرنا زیادہ مناسب ہے۔اگرچہ رقص اور وجد میں خاص فرق نہیں۔وجد بھی وجود کی کوئی ادا ہے۔

پہلے پہل ان کے لئے میرے دل میں عقیدت کی خوشبو بیدار ہوئی۔جو محبت بنتی چلی گئی۔اس کے بعد سارے رابطے ایک دوستانہ کشادگی میں سمٹ گئے۔ان کی وضعداریاں اور رواداریاں رشتہ داریوں کی طرح ہیں۔ان کے لئے یہ چند سطور لکھتے ہوئے میں بڑی مشکل میں ہوں اور آسودگی بھی محسوس کر رہا ہوں۔

ملک اکرام صاحب سے پہلے میں چکڑالہ کے ایک جاٹ کا نیاز مند ہوا۔کچے کوٹھے میں رہنے والا یہ شخص اتنے مضبوط دل کا آدمی تھا کہ اس نے دلوں کو تڑپنا سکھا دیا۔میرے اور جناب اکرم صاحب کے مرشد عظیم مولانا ملک اللہ یار خان نے بھیڑ بکریاں بھی چرائیں۔ یہ صاحب مقام آدمی اپنی آواز کی بلندی کو سربلندی بنا دینے پر قادر ہوا۔دل و نگاہ کا سوز و ساز ان کی آواز میں دمکتا تھا' اور نشے والے جھومتے تھے۔وہ دلوں کے اندر جھانکنے کا فن جانتے

تھے۔ نامعلوم کو معلوم میں لانے کا ہنر ان کے پاس تھا۔ ان کی بلند آہنگ آواز میں وہ سارے راز تھے جو ہم نے فضول بول بول کے گم کر دیئے ہیں۔ ایک انوکھی گھن گرج ان کے لہجے میں تھی۔ اس نجیب آدمی کی صحبت جسے حاصل ہوئی وہ کچھ اور آدمی بن گیا۔

حضرت مولانا اکرم صاحب اعلیٰ حضرت کے سچے جانشین ہیں۔ ان کی ہم نشینی کی رازداری اکرم صاحب کے حصے آئی۔ وہ ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جن کی بہت قدر و منزلت ان روحانی صحبتوں میں ہوئی تھی۔ حضرت ہمیشہ گرمیوں کی چھٹیوں میں اکرم صاحب کے مہمان ہوتے تھے۔ ساتھیوں کا ایک قافلہ بھی ان کے ساتھ ہوتا۔ میں بھی اکرم صاحب کی مہمان نوازی کی سعادت پا چکا ہوں۔ دھن دولت والے سیر و تفریح کے لئے سوات اور مری جاتے دل و جاں والے کیف و سرشاری کے لئے منارہ ضلع چکوال جاتے تھے منارہ ان دنوں مینارہ نور بن جاتا تھا۔ قلب و باطن کے اسرار و رموز ان محفلوں میں سکھائے جاتے تھے۔ ذکر و فکر کی یہ محفلیں زندگی کا حاصل تھیں۔ آج بھی یہ محفلیں منارہ میں گرمیوں کی چھٹیوں میں برپا ہوتی ہیں۔ حضرت اکرم صاحب کی قیادت کو مرشد مرحوم کی زندہ جاوید یادوں کی طاقت حاصل ہے۔ پرنور راتوں کے پچھلے پہر کی سرشاریوں کی ساری گواہیاں ملک صاحب کے دل میں تڑپتی ہیں۔ یہ تڑپ ان کی شاعری میں بھی سرسراتی ہے اور کسمسا کے رہ جاتی ہے۔

حضرت اکرم صاحب نے دینی تعلیم باقاعدہ حاصل نہیں کی دنیاوی تعلیم کے لئے بھی خاص اہتمام نہیں کیا، مگر عشق اور علم کا عجیب و غریب اشتراک ان کے خاک و خون میں گھل مل گیا ہے کہ جب وہ بولتے ہیں تو دلوں کے بند دروازے کھولتے ہیں۔ ان کی گفتگو سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں کے لہو میں آرزو اور جستجو کے کئی رنگ اکٹھے کر دیتی ہے۔ ایسی پُر تاثیر بات چیت کا اسلوب کم کم لوگوں کو ملتا ہے۔ جیسے وہ خوابوں کی تعبیر بیان کرتے ہیں۔ ٹوٹے ہوئے خوابوں کی تعبیر میں تعمیر کی جھلک پیدا ہو جاتی ہے۔ عام بات بھی ان کی

زبان سے ادا ہو کر خاص بن جاتی ہے۔ جب وہ اپنے آقاو مولا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرتے ہیں تو دین و دنیا کے علوم ان کے لفظوں میں بکھرتے نکھرتے ہیں جیسے اندھیری رات میں نجوم چمکتے ہیں۔ آدھی رات کے تازہ دم ستارے ان کے دوست بنتے ہیں۔ انہیں ان ستاروں کی روشنی پسند ہے جو نظر نہیں آتے۔ معلوم اور نامعلوم کے ملاپ کے لئے آپ سے آپ کے اندر کچھ ہوتا رہتا ہے۔

ان کے لئے کیا کہا جائے کہ ان کے دل میں آتش فشاں ہی اور ان کی جھولی میں گنگناتی ہوئی ندی ہے۔ اونچے لمبے سیدھے بلند وبالا انسان جن کی آنکھوں میں دیکھنے کے لئے سر کو اوپر اٹھانا پڑتا ہے' وہ صفات کے کوہسار ہیں۔ جذبوں اور یقینوں کی مستحکم چٹانیں ایسے انسانی پیکر میں سر بفلک ہوتی ہیں۔

تنے پیدا کن از مشت غبارے
تنے محکم تراز سنگیں حصارے
درون او دل درد آشنائے
چوں جوئے در کنار کوہسارے

دینداری کو ایک عزت مندانہ مقام عطا کرنے کے لئے اکرم صاحب جیسی شخصیت کوئی قیادت فراہم کر سکتی ہے۔ زمانے بھر کی امامت صرف انہی کا حق ہے۔ یقیناً علامہ اقبالؒ نے ان کے لئے ہی کہا تھا۔

لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اتنی قد آور شخصیت اور کون ہے؟ وہ ظاہری اور باطنی دونوں حقیقتوں کے سامنے

خزانوں سے بھرے ہوئے پہاڑ جیسے ہیں۔وہ دین و دنیا کے سانجھے راستے پر جلال و جبروت اور جمال و محبت کا استعارہ ہیں اس بات میں ذرا بھر مبالغہ نہیں کہ حجاز کے نو مسلموں نے حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے پر حوصلہ اور آسودگی محسوس کی تھی۔ آج کی بے چارگی اور بے بسی کے ماحول میں اکرم صاحب کو دیکھ کر تھکی ہوئی امیدیں دل نیم مردہ میں زندہ ہو بیٹھتی ہیں۔ کبھی میں نے سوچا بھی نہ تھا کہ پگڑی اور داڑھی آدمی کے وقار اور وجاہت میں اس قدر اضافہ کر سکتی ہے۔ دردمندی اور دانش مندی' دبدبہ اور طنطنہ' دین اور دنیا کا ایسا انوکھا امتزاج ان کے مزاج کا حصہ بنا ہے کہ رشک آتا ہے۔

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

دنیا بھر کے کھرے مسلمانو! دل و نگاہ والے تخلیقی لوگو!

جناب ملک اکرم صاحب کی موجودگی سے استفادہ کرو۔ کھوئی ہوئی عظمتوں' روایتوں اور برکتوں کا خزانہ ان کے دل میں چھپا پڑا ہے۔ اپنے دلوں کا رخ ان کی طرف کر لو' پھر دیکھو کہ کیا کیا انقلاب ظاہر ہوتے ہیں۔ خواب اور انقلاب کی سرحدیں اسی علاقے میں کہیں ملنے والی ہیں۔ ذکر و فکر کی محفلیں اور ان کی صحبتیں آباد کرو۔ سرگی ویلے والی سنگت کو تازہ کرو۔ ایک صبح نوید ہمارے ساتھ ملاقات کرنے چل پڑی ہے۔ معلوم اور محروم' بدقسمت اور لاوارث مسلمانوں کو جس روحانی توانائی اور وجدانی رہبری کی ضرورت ہے اس کی ساری نشانیاں ملک صاحب کی ذات و حیات و کائنات میں اکٹھی ہو گئی ہیں۔

کہا گیا کہ قرآن اس طرح پڑھو جیسے تم پر اترا ہو۔ ہم نے اکرم صاحب سے تفسیر قرآن سنی۔ ایسا ہی کیفیات کا تانتا بندھ گیا۔ دل کے آگے تعبیر بنتی چلی گئی۔

ہو دید کا جو شوق تو آنکھوں کو بند کر

اور ہم نے آنکھیں بند کر کے دیکھا تو جو نظر پڑا اسے بیان کر دیں تو کوئی یقین نہیں کرے گا۔ تقریر کی لذت آشنائی کے بعد ان کی تحریر دیکھی۔ ان کی لکھی ہوئی تفسیر کتابی صورت میں دستیاب ہے۔ اس تفسیر میں بھلائی گئی قوموں کی تقدیر کی آہٹ سنائی دیتی ہے۔ میں نے مفہوم کے ہجوم کو کارواں بنتے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر ازل شناس اور ابد مقام امیر کارواں صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جذبوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر احساس کے اندر بہنے لگا۔

اظہار آدمی کے اختیار کو بڑھاتا ہے۔ جبکہ اکرم صاحب تو فطرتاً بااختیار آدمی ہیں۔ ان کی بے اختیاریاں بھی بانصیب ہیں۔ مجبوری اور مختاری کے درمیان کوئی مقام ہے جہاں دل زندہ ایک نیا جہان بلکہ کئی جہان تلاش کر لیتا ہے۔ اکرم صاحب کی شاعری ان کی شخصیت کے ساتھ ہم سفر ہو کے مجھے کئی جہانوں کی سیر کرانے لے چلی۔

میں سوچتا رہا کہ انہیں شاعری کرنے کا خیال کیسے آ گیا۔ خیالات اور جذبات ان کی صوابدید پر رہتے ہیں۔ یہ شاعری کی خوش نصیبی ہے کہ انہوں نے اسے اپنے اظہار کے لئے منتخب کیا ہے۔ شاعر ہونا ان کے لئے اعزاز نہیں۔ ہم شاعروں کے لئے اعزاز ہے کہ اس قبیلے میں وہ شخص شامل ہوا ہے جو استقامت کردار اور حسن عمل کا پیکر ہے۔

فوری مطالعے میں یہ شاعری سادگی میں لپٹی ہوئی لگتی ہے۔ یہ ادب ان کے پڑھنے کا ہے جو اپنے لئے محبت بھرا دل رکھتے ہیں اور اکرم صاحب کے لئے تعلق خاطر محسوس کرتے ہیں۔ اسے دل سے پڑھا جائے تو سرشاریاں ہی سرشاریاں ہیں۔ یہ شاعری لکھنے کے لئے کوئی تردد نہیں کیا گیا۔ جیسے لفظ خود بخود اس ترتیب میں آ جمع ہوئے ہیں۔ مسافر پرندوں کو شفاف میٹھے اور کشادہ پانیوں پر اترنے کے لئے دیر نہیں لگتی۔ جذبوں کو کہیں ٹھکانہ بناتے ہوئے مستحق ثابت کرنے کے لئے منتظر نہیں رہنا پڑتا۔ زور لگا کر کہے گئے اشعار میں پختہ

کاری کا غرور تو ہوتا ہے معصومیت کی غیرت نہیں ہوتی۔ کشش کبھی کوشش سے پیدا نہیں ہوئی۔ کیفیت اور کیف باوقار دریاؤں کی بے ساختہ روانی اور باوفا ہواؤں کی برجستہ آسانی جیسی خصوصیات والی شاعری میں پیدا ہوتا ہے۔ شاعری پڑھنے والے کو ایک پیغام دیتی ہے۔ پھر سلام و پیام میں فرق مٹ جاتا ہے۔

عشق کے درد مند کا طرز کلام اور ہے
تیرا پیام اور ہے میرا پیام اور ہے

ایک قدیم یاد کو اپنے لہو میں گھول کے اکرم صاحب جدید زمانے کے منظروں کو اپنی آنکھوں میں سموئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے منارہ میں ایک سکول جدید و قدیم رنگوں کی سانجھ سے تعمیر کیا ہے۔ یہ مدرسہ صرف نماز پڑھنے والے پیدا کرنے کا کام نہیں کرتا۔ نماز قائم کرنے والے لوگ ڈھالنا چاہتا ہے۔ اور مدرسہ اور محاذ جس ایک مرکزی نقطے کے گرد اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ وہی لا محدود دائرہ ان کی منزل ہے۔ ان کی ذات میں ایک لیڈر' ایک امام' ایک سپہ سالار' ایک مدبر' ایک عالم' ایک خطیب' ایک ادیب و شاعر عجیب و غریب سلیقے سے جمع ہوئے ہیں' یکجا ہو کر یکتا ہوئے ہیں وہ دشوار گزار راہوں کو سیدھا راستہ دینا چاہتے ہیں۔ سیدھے راستے کو صراط مستقیم بھی کہتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جن پر اللہ کا انعام نازل ہوتا ہے اور جن کی تقلید کے لئے تاکید کی گئی ہے۔ فطرت و قدرت کا انعام پایا ہوا آدمی دیکھنا ہو تو اکرم صاحب سے ملیئے۔ وہ خود بھی الف کی طرح سیدھے ہیں۔

تینوں اکو الف درکار

انہوں نے ایک بار الف' ل' م کی تشریح کرتے ہوئے الف کی تعبیر کی تھی کہ

میری آنکھیں کھل گئیں اور دل میں انشراح پیدا ہوا۔ پھر یوں ہوا کہ مسلسل ملاقاتوں کے بعد برسوں ان سے ملاقات نہیں ہوئی، مگر ان سے وابستگی دل کے کسی محفوظ مقام پر تڑپتی رہی۔ وہ ہمیشہ ایک قومی آئیڈیل کے روپ میں نظر آئے جس کا عکس بین الاقوامی منظر نامے پر پڑتا رہتا ہے۔

میں ان کی شاعری کے لئے تنقیدی بات کیا کہوں مجھے وہ صرف شاعر کی حیثیت میں دکھائی نہیں دیتے۔ یہ تو ذوق و شوق اور جوش و خروش کی بے نیازی ہے جو نت نئے اظہار کے لئے کوئی نہ کوئی قرینہ اختیار کرتی رہتی ہے۔ طوفانوں سے آشنائی رکھتے ہوئی دریا میں موجیں بے قابو بھی ہوتی ہیں۔ اکرم صاحب نے علمی و ادبی، تخلیقی و تہذیبی، دینی و دنیاوی حوالے سے کسی لہر کو بے مہار نہیں ہونے دیا۔ شاعری آسانی سے اور پوری طرح مغلوب نہیں ہوتی۔ اکرم صاحب کی شاعری سیل وفا کی یلغار نہیں۔ پھرتے ہوئے پانیوں کو کناروں میں رکھنا کسی بے کنار جذبوں والے آدمی کا کام ہے۔ شاعری میں ضابطے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ اس لئے یہ پیغمبروں کا شعار نہیں رہا۔ اور شاعری کو شیوہ پیغمبری بھی کہا گیا ہے۔ اس کے آگے کچھ کہنے کے لئے جس احتیاط کی ضرورت ہے مجھ سے اس کا پورا اہتمام نہیں ہو سکے گا۔ بات کہنے کے لئے احتیاط چاہیے تو سننے کے لئے بھی اتنی ہی احتیاط کی ضرورت ہے۔

شاعری جزوایست از پیغمبری

اکرم صاحب سے بڑھ کر پیغمبروں والا کام اور کون کر رہا ہے۔ کاش ہمارا زمانہ انہیں سچی طرح پہچان لے تو یہ زندگی کچھ اور زندگی بن جائے۔

عربی زبان کی ایک ضرب المثل ہے کہ "شاعر اللہ کے شاگرد ہوتے ہیں" جب

شاگردوں کی جماعت جلسہ عام بن جائے تو خاص خاص لوگ کم کم ہو جاتے ہیں۔خاص الخاص لوگوں کی بھی کئی قسمیں بن جاتی ہیں۔میر' غالب اور اقبالؒ' راشد' مجید امجد اور فیض' زندوں میں ندیم' منیر نیازی اور ظفر اقبال شمیم' ثروت حسین اور شوکت ہاشمی اچھے لگتے ہیں۔جو نام لئے گئے ہیں ان میں بھی الگ الگ رنگوں کی دھول اڑ رہی ہے۔سب سچے شاعر غیب سے اترنے والے لمحوں کو اپنا ساتھی بناتے ہیں۔خیال کا تعلق غیب سے ہے۔ہر شخص کا اپنا غیب ہوتا ہے۔غیب کو اپنے ظاہر میں برپا کرنے کی استعداد اپنی اپنی ہوتی ہے اور فطرت ہر کسی پر مہربان نہیں ہوتی۔

میرا خیال ہے کہ جو بھی شاعری کر سکتا ہے یا وہ شاعری کرنا چاہتا ہے اسے بہر حال شاعری کرنا چاہیئے۔شاعری سے متاثر ہونے کا اپنا اپنا انداز ہے۔کیا پتہ کس وقت کوئی کس علاقے میں کھڑا ہو۔وہ لوگ جو اہل خبر سے کچھ کچھ باخبر ہیں وہ اس شاعری کی برکتوں' سعادتوں اور نعمتوں سے بہرہ ور ہو سکیں گے۔یہ بھی ممکن ہے کہ شعر وادب کے قبیلے والے اس علاقے میں آجائیں جہاں اکرم صاحب کے دوسرے ناقابل تسخیر اور ناقابل فراموش کارنامے تخلیق ہوتے رہتے ہیں۔

میرا افتخار یہ بھی ہے کہ میں ایک بہت بڑے تخلیقی بہت معرکے کے آدمی کا شاعری کے صدر دروازے پر خیر مقدم کر رہا ہوں۔انہوں نے کئی میدانوں کو ایک میدان میں اکٹھا کر لیا ہے۔ایک صاحب دل اور صاحب کمال اور صاحب میدان کے خیال و خواب ایک تحفہ ہیں۔شاید یہ واقعہ دین و دنیا کے کسی انوکھے ملاپ کا ذریعہ بنے۔دو باتیں میرے لئے اذیت ناک شرمندگی کا باعث ہیں ایک کہ فنون اور شعر وادب کے لوگ گمراہی اور آگاہی کو ملاتے رہتے ہیں اور یہ کہ دنیا بھر میں مسلمان کربناک ذلت و خواری کا بڑا آسان شکار بنے ہوئے ہیں۔کسی طرح یہ ہو کہ مسلمان ہونے اور اچھا انسان ہونے میں فرق نہ رہے۔اور فطری غیرت مندی ایک بار پھر ہمارا نصیب ہو جائے۔شاعر ہونا بھی ایک سچا اعزاز ہو۔شاعر

تو قوموں کی پہچان ہوا کرتے ہیں پھر وہ یہاں ایک پامال مخلوق کیوں بن گئے ہیں۔

تقسیم ہندوستان کے بعد عظمتیں گم ہو رہی ہیں۔ اب تو تقسیم پاکستان بھی ہو چکی ہے۔ اس لمحے میں تاریخی کردار کو تخلیقی کردار کے ساتھ منسلک کرنا ہوگا۔ حضرت مولانا اکرم ہر عمل کو حسن عمل اور عمل کثیر بنا دینا چاہتے ہیں۔ کیا ہم ان کا ساتھ دینے کی خواہش بھی نہیں کر سکتے۔ خواہش اور کوشش کے درمیان فاصلے کسی فیصلے کے منتظر ہیں۔

یہی کچھ ہے ساقی متاع فقیر
اسی سے فقیری میں ہوں میں امیر
مرے قافلے میں لٹا دے اسے
لٹا دے ٹھکانے لگا دے اسے

ڈاکٹر محمد اجمل نیازی

نور جاوداں

ترے نور سے ہیں روشن مری راہیں دو جہاں میں
ترا نام من کے سورج مرے گھر چمک رہا ہے

نعت

تری یاد ہمسفر ہے تری یاد دلربا ہے
وہ جگہ ہے میری منزل جہاں تیری خاک پا ہے

ترے نور سے ہیں روشن مری راہیں دو جہاں میں
ترا نام بن کے سورج مرے گھر چمک رہا ہے

ترے راستوں میں ہر جا کئی چاند منتشر ہیں
جو نظر سے دِل کی دیکھیں وہ ترا ہی نقش پا ہے

میں ہوں اور طلب ہو تیری' کہاں یہ مجال میری
دِل زار نا سمجھ ہے دما دم تڑپ رہا ہے

کبھی نور بانٹتا تھا ترا قافلہ جہاں میں
مگر آج تیرا مسلم یہ کہاں پہ گھر گیا ہے

اسے اِک نظر عطا کر' اسے خود سے آشنا کر
یہی ہے علاج اس کا ویسے یہ مٹ رہا ہے

تو پیمبر زماں ہے ترا نور جاوداں ہے
اسے کر عطا خدارا! یہی اس کا آسرا ہے

دِل زندہ پھر عطا کر' اسے درد آشنا کر
ملے پھر سے قافلے میں وہی جو بچھڑ گیا ہے

ترے نام پر فدا ہو' ترا درد بانٹتا ہو
بن جائے اس کی بگڑی سیماب کی دُعا ہے

نعت

پس رہے ہیں اس لیے مدت سے مانند حنا
ہاتھ پر تیرے کبھی ہم کو بھی جا مل جائے گی

شمع کی جانب چلا پروانہ یہ کہتے ہوئے
کھوج میں تیری مگر مجھ کو فنا مل جائے گی

رہنے دو دیوانگاں کو مست اپنے حال میں
ورنہ اِک دن خاک میں ساری فضا مل جائے گی

چاند کو مت ڈھانپ بادل یا مجھے اتنا بتا
کیا چکوری کو ترے دِل میں جگہ مل جائے گی

جان حاضر ہے مگر اپنی ہے اتنی آرزو
اس گلی میں ہم کو بھی مدفن کی جا مل جائے گی

چھوڑ بیٹھے ہیں دو عالم کو ہم اس امید پر
رہنے کو اس در پہ اک چھوٹی سی جا مل جائے گی

سبز گنبد کے مکیں تیری عطا کی خیر ہو
اِک نظر سے فانی انساں کو بقا مل جائے گی

کہتا ہے سیماب خود کو تیری الفت کا اسیر
ایسی دولت ان فقیروں کو بھی کیا مل جائے گی

نعت

آپ نے انساں کو پہچان دی
اس کی اپنی ذات، اپنی جان کی

تھا بشر سب کچھ وہ تابندہ نہ تھا
کھاتا پیتا تھا مگر زندہ نہ تھا

تھیں کھلی آنکھیں مگر بینا نہ تھا
حال سے اپنے ہی جب بیگانہ تھا

کون رب؟ کیسا خدا؟ کیسا الہ؟
ان حقائق کو نہیں تھا جانتا

تھا وہ قاتل اور جفا جو' کینہ ور
بند تھا اخلاص کا' الفت کا در

سنگ کیا آہن تھا پہلو میں سجا
ہر طرف تھے عام بس جور و جفا

کفر چھایا تھا جہاں پر چار سو
آب سے ارزاں تھا انساں کا لہو

آپ سورج جس سے نکلا دن نیا
مٹ گئے دنیا سے سب جور و جفا

کفر کی تاریکیاں رخصت ہوئیں
ظلمتیں سارے جہاں سے مٹ گئیں

دِل خدا کے نور سے روشن ہوئے
پھر سے گونجے زمزمے توحید کے

عدل پھیلا ہر طرف اسلام کا
سب جہاں میں امن کا چرچا ہوا

آپ نے وہ اوج انساں کو دیا
بندہ طالب بن گیا معبود کا

تھا یہ مشت خاک حصہ خاک کا
بن گیا راہی یہ عرش پاک کا

تا ابد روشن جہاں سارا ہوا
ذات تیری ہے سمندر نور کا

تشنہ لب سیراب ہوتے ہیں جہاں
فیض کا تیرے سمندر بیکراں

خلق کی سب خوبیاں، حسن و جمال
ذات تیری سب کمالوں کا کمال

علم انساں اس سے آگے کچھ نہیں
تو ہے دو جگ کے حسینوں کا حسیں

آدمی سمجھے گا کیا تیرا مقام
بعد اللہ کے فقط تیرا ہے نام

اپنا ہے ایمان تیرا پاک نام
سارے نبیوں میں ترا اونچا مقام

ہے دُعا سیماب کی محبوب رب
تا ابد ہم کو غلامی ہو نصیب

دشتِ ہجراں

آ بھی جاؤ کہ ڈھل رہا ہے دن
دشت ہجراں میں شب نہ ہو جائے

تصویر

ہم دم نہ کہو مجھ سے جو دیکھ کر آئے ہو
ہے میرے تصور میں تصویر جو' رہنے دو

ہر سمت بہاریں ہیں رنگین نظارے ہیں
بہتی ہوئی ندیا ہے اس کو یونہی بہنے دو

باتیں بھی جہاں بھر کی ہوتی ہیں نگاہوں سے
اچھا یا برا جو بھی کہتے ہیں وہ کہنے دو

جو تم نے بھی دیکھا ہے وہ ایک حقیقت ہے
جو میری نظر میں ہے اُس کو بھی تو رہنے دو

وہ بھول گیا ہم کو اور بھول گیا سب کو
تم رَاز بنا لو اور تم رَاز ہی رہنے دو

میں آج بھی جب چاہوں اِک ہنستا ہوا چہرہ
کچھ کان میں کہتا ہے کہتا اُسے رہنے دو

گر خواب ہے یہ سب کچھ تب خواب ہی اچھا ہے
اس خواب سے زندہ ہوں زندہ مجھے رہنے دو

یہ سچ ہے وہ پتھر ہے' یہ توڑ نہ دے سب کچھ
سی لو مرے لب پھر بھی اور اپنی سی کہنے دو

میں جانتا ہوں کب سے جو تم نے ہے اب سمجھا
میں دھوکے میں رہتا ہوں تم دھوکے میں رہنے دو

قاصد جو بھی کہتا ہے سب جھوٹ ہی کہتا ہے
بہلاتا تو ہے دِل کو اسے جُھوٹ ہی کہنے دو

سیماب جو بکھرا ہے تم کیسے سمیٹو گے
یہ بند ہے شیشے میں اسے بند ہی رہنے دو

○

ہمیں جرم اُلفت سے انکار کب ہے
مقدر سمجھ لیں گے جو بھی سزا دو

بھلا دیں گے یادیں تمہاری مگر تم
ذرا بادلوں کو یہاں سے ہٹا دو

یہ قمری کا نغمہ جلاتا ہے دِل کو
اگر ہو سکے تو اسے بھی اڑا دو

جلا دو گلستاں کے پھول اور کلیاں
مہکتی چنبیلی کو شعلہ دکھا دو

یہ چشمہ نکل کر سناتا ہے نغمے
زمیں میں کہیں اس کی گردن دبا دو

ہواؤں کو روکو یہ کیوں چھیڑتی ہیں؟
گیا وہ زمانہ انہیں بھی بتا دو

اگر تم سے سیماب ممکن نہیں یہ
ہمیں نام لینے کی پھر کیوں سزا دو؟

○

یہ کس کے عارضِ گلگوں کا ہے داغ اپنے دامن پر
ابھی تو سو کے اٹھے ہیں یہ کون آیا تھا خوابوں میں

ملے جو خواب میں نعمت ہو بیداری میں وہ برپا
نہیں پہلے کبھی دیکھا' پڑھا تھا ہاں کتابوں میں

نہ ہوں جو عشق کے بیمار وہ منزل نہیں پاتے
گزر جاتی ہے ان کی زندگی ساری سرابوں میں

محبت راکھ کر دیتی ہے پر راحت بھی دیتی ہے
نہیں جلتے کبھی یہ لوگ دُنیا کے عذابوں میں

نہیں یہ فیصلہ میرا کبھی آؤ بہاروں میں
تمہیں لکھا دکھا دوں گا میں آوارہ سحابوں میں

محبت میں جلا کرتے ہیں جل کر گر نہیں جاتے
نہیں رہتی تپش کوئی کبھی باقی شہابوں میں

تری زلفوں سے جو خوشبو چرا لاتے ہیں یہ جھونکے
جہاں بھر میں نہ پائی ایسی رنگینی گلابوں میں

جلاتی دِل کو ہے تو آنکھ کو نمناک کرتی ہے
یہ کیسی لے چرا لیتے ہو تم اپنے خطابوں میں

عجب ہے شان استغنا عطا کرنے میں، لینے میں
نہیں دیکھی کبھی یہ شان شاہوں میں نوابوں میں

انوکھا کیف ہے تیری حسیں محفل کے افسوں میں
یہ مستی آ نہیں سکتی جہاں بھر کی شرابوں میں

کبھی وہ پوچھ بیٹھیں تو بتائیں زندگی بھر ہم
ہمیں تو حالِ دِل کہنا ہے اپنے ان جوابوں میں

بسایا بھی، مٹایا بھی، رلایا بھی، ہنسایا بھی
یہ کیا کیا تم بتاؤ گے فقیر اپنے حسابوں میں

ابدی بہاریں

بے خودی، دیوانگی ہر دل کی قسمت میں کہاں
دِل جلوں کی ہے الگ دنیا الگ ان کا جہاں

موت کیا ہے؟ زندگی کیسی، کہاں کے رات دن!
موسموں کے آنے جانے کی خبر کب ہے وہاں

کب؟ کہاں برسا ہے بادل؟ کس جگہ بجلی گری؟
کس جگہ پھوٹی ہے کونپل؟ جل گیا خرمن کہاں؟

سب سے بیگانے 'الگ' بیٹھے ہیں اپنے حال میں
مست ہیں یادوں میں ان کی ہوں بہاریں یا خزاں

ہم نے بھی دی تھی خبر اک بے خبر کو کل عجب
لٹ گیا تیرا چمن بیتا بہاروں کا سماں

ہم تو سمجھے تھے وہ روئے گا وہ تڑپے گا بہت
ہو گئے حیران ہم بھی 'کھولی جب اس نے زبان

آنکھ میری لے کے دیکھو دیکھنا چاہو اگر
گلشن محبوب کی نوری بہاروں کا سماں؟

تم اگر سیماب اپنی آنکھ سے دیکھو گے تب
ہر طرف تم کو نظر آئے گی تصویر خزاں

کیا بات ہے

تیری بات کا لطف اپنی جگہ پر
ملاقات کی بات' کیا بات ہے

زمیں سے یہ بادل کا ملنا ہے خوب
بنی دن کو ہے رات' کیا بات ہے

بدن بھیگتے جل ہے ہوں مگر
یہ برسات کی رات' کیا بات ہے

کڑکتی رہیں بجلیاں اَبر میں
تو کرتا رہے بات، کیا بات ہے

یہ سیماب نکلا ہے جس راہ پر
کوئی راہ دکھلائے، کیا بات ہے

○

ان کے حسن کی بات نہ پوچھو سمجھانا آسان نہیں
یونہی اک دن ہم نے ان کو چلتے چلتے دیکھا ہے

وہ پروانے کیا بتلائیں اپنی جان بھی ہار گئے
ان کے حسن کی شمع کو ہم نے غور سے جلتے دیکھا ہے

جانے کس کی گور ہے یارب پچھلی رات کو گر آئیں
ہم نے اس ویرانے میں بھی دیپک جلتے دیکھا ہے

آس جزیرہ ڈوب چلا ہے تم آؤ تو بات بنے
بچھڑے ملیں تو منجدھاروں کو ہٹ کر چلتے دیکھا ہے

اہل دل کی بات انوکھی ان کی اِک اِک دھڑکن سے
ویراں سینوں میں بھی پھر سے نور ابلتے دیکھا ہے

ڈوبنے والے ڈوب گئے بس گھٹنے گھٹنے پانی میں
دِل والوں کو طوفانوں سے پار نکلتے دیکھا ہے

عشق انوکھا روگ ہے یارب جانے کیسے لگتا ہے
خود دانش کو اس کے باعث جنوں میں ڈھلتے دیکھا ہے

مل جائے محبوب کسی کو ٹھہراؤ آ جاتا ہے
ہم نے اپنی آنکھ کا سارا آب ابلتے دیکھا ہے

○

یہ دوستی اگر ہے کسے دشمنی کہیں ہم
روئے فراق میں بھی روئے وصال میں بھی

اِک جوتشی بلاؤ کیا ان سے مل سکیں گے؟
دن اور مہینہ دیکھے، دیکھے تو سال میں بھی

تجھ کو کیا خبر ہے ناصح جسے تو اُجاڑ جانے
اسے ہم بہار جانیں ہیں خوش اس حال میں بھی

ہے عشق بھی فسوں گر گزرو تو اس سے بچ کر
طائر پھنسا جو اس میں تڑپا نہ جال میں بھی

سیماب ایک سا ہے موت و حیات کا رنگ
کیا حال ہو گیا ہے ہجر و وصال میں بھی

○

اِک ذرا سا بھی مرے دِل کو قرار آئے اگر
آ کے نامہ بر اسے پھر سے لگا دیتا ہے آگ

ہجر کی شب کا مسافر تھک کے جب بیٹھے کہیں
روشنی کو یاد سے تیری جلا دیتا ہے آگ

نغمگی میں حسن بھی ہو گا سکوں ہو گا ضرور
اپنے دِل کو تو حسیں نغمہ لگا دیتا ہے آگ

جب گھٹا برسے تو میرے دِل سے اُٹھتا ہے دھواں
ورنہ یوں تو پھیل کر بادل بجھا دیتا ہے آگ

جب یقیں صیاد کو ہو اَب نہ آئے گا کوئی
بیٹھ کر وہ آشیاں میں خود لگا دیتا ہے آگ

دِل میں ہوتا ہے سکوں سارے زمانے کے لیے
اپنی دُنیا کو تو اپنا دِل لگا دیتا ہے آگ

یوں تو ہے سیماب اپنا رازداں غمخوار بھی
شعر کہہ کر خرمنِ دِل کو لگا دیتا ہے آگ

○

کوئی تو درد کا درماں بھی ہو گا
کبھی اے عشق تو آساں بھی ہو گا

دُھواں اٹھتا ہے گر دامن سے اپنے
کوئی اخگر تہہ داماں بھی ہو گا

دِل ناداں سمندر کا سکوں ہے
یقیناً اس میں اِک طوفاں بھی ہو گا

اگر دِل چھید دو تیر نظر سے
یہ ہم پر آپ کا احساں بھی ہو گا

سنبھل اے دل! بنی آدم ہے وہ بھی
جہاں دِل ہے وہاں ارماں بھی ہو گا

جہاں اوروں کا ہے ہم ہیں بھکاری
کوئی ہم سا تہی داماں بھی ہو گا

خبر کیا تھی کہ جو دل عرش پر ہے
کبھی خاکِ درِ جاناں بھی ہو گا

اگر بچھڑے ہیں ہم سیماب اس سے
کبھی تو وصل کا امکاں بھی ہو گا

دردِ دِل کے شرر ہیں لفظوں میں
شعلہ بنتی ہیں اپنی تقریریں

عشق کے تیرے کتنے پہلو ہیں
دِل میں اپنے ہیں کتنی تنویریں

عشق ناصح کو ہو تو سمجھے گا
کتنی بودی ہیں اس کی تدبیریں

اپنی قسمت میں ہے تڑپ سیماب
خوب لکھی ہیں اس نے تقدیریں

○

دود دِل سے جو بنتی جاتی ہیں
دیکھ لگتی ہیں کیسی تصویریں

درد ہجراں نے دِل پہ لکھی ہیں
پڑھ تو آ کر کبھی یہ تحریریں

عمر کاٹی ہے پر نہ کاٹ سکے
تیری یادوں کی ننھی زنجیریں

عشق بے خود

دیکھنے تجھ کو گئے درباں سے پالا پڑ گیا
دید کا ارماں جواں ہونے سے پہلے مر گیا

دید کی حسرت کا مرنا کتنا حسرتناک تھا
لفظ حسرت کو یہ منظر پانی پانی کر گیا

چھوڑ دینے کو تھا سر چوکھٹ پہ تیری ایک دن
عشق بے خود تیری بدنامی سے آخر ڈر گیا

کہہ رہا تھا تیرا افسانہ نزع کے وقت بھی
جاتے جاتے موت سے بھی تیری باتیں کر گیا

تو اسے بھولا ہے لیکن دیکھ اس کو بھی ذرا
زندگی کے سارے نغمے نام تیرے کر گیا

نیم وا آنکھیں کفن میں اس کی دیتی تھیں پیام
اب تو آ تجھ کو بلانے کے لیے ہیں مگر گیا

کیا عجب بندہ تھا وہ سیماب جس کا نام تھا
بیوفا کے نام پر کتنی وفائیں کر گیا

○

ہم ہی ظالم ہیں، ٹھیک کہتے ہو
اپنے دامن پہ بھی نظر کر لو

ظلم سہنے کی ہم نے خو کر لی
تم سے ہوتا ہے جس قدر، کر لو

قید ہونا بھی اِک سعادت ہے
اپنی زلفوں میں تم اگر کر لو

لوگ طعنے ہزار دیتے ہیں
تم ہی پتھر کا اب جگر کر لو

بھول جاؤں گا جو ہوا اب تک
کر لو، مجھ پر بھی اِک نظر کر لو

دِل کی وادی، حسین وادی ہے
تم جو چاہو تو اس میں گھر کر لو

لٹ ہی جائے گا یہ نگر سیماب
خود کو اس سے جُدا اگر کر لو

○

آ بھی جاؤ کہ ڈھل رہا ہے دن
دشتِ ہجراں میں شب نہ ہو جائے

راہِ اُلفت پہ آس کا راہی
راستے میں کہیں نہ سو جائے

لب پہ نالہ ہے آس ہے دِل میں
نالہ چھوٹے نہ آس کھو جائے

دِل کی دھڑکن کا ہے یہی باعث
موت میں یاس کی نہ سو جائے

سوکھ جائیں نہ گل اُمیدوں کے
چشمہ اشک تر نہ ہو جائے

دھیمے رنگوں میں ڈوبتی ہے بہار
دور ہم سے نہ یہ بھی ہو جائے

موت سے تو جھگڑ رہا ہے فقیر
آ بھی جاؤ کہ اب تو سو جائے

○

قسام ازل کا لکھا ہے
یہ ٹلنے والی بات نہیں

ہم عشق کی بازی کھیلیں گے
اس بازی میں تو مات نہیں

ہے عشق اُجالوں کی بستی
یاں کبھی اندھیری رات نہیں

یہ سودا جان گنوانے کا
یہ سود و زیاں کی بات نہیں

یاں خون کی بارش ہوتی ہے
یاں پانی کی برسات نہیں

ان ندی، نالوں، چشموں میں
بس رہنا آساں بات نہیں

یاں پھول نرالے کھلتے ہیں
یاں لالہ و گل کی ذات نہیں

بن دیکھے چٹک کے پھول بنے
یہ غنچے کی اوقات نہیں

یہ ڈالی، پتے، کانٹے سب
ان میں کوئی اجنبی ذات نہیں

یہ سارے پھول کے خادم ہیں
ان میں کوئی ایسی بات نہیں

سیماب کٹے گی عمر یہاں
دو چار دنوں کی بات نہیں

○

جب کبھی آؤ تو دیکھو ایک بار
تم گئے تو ہو گئی رخصت بہار

دِل کی آبادی کا باعث تھا کبھی
چھین کر جو لے گیا دِل کا قرار

آنکھ کیونکر روک لے طوفان کو
آنسوؤں میں جب ڈھلے دِل کا غبار

گھر گیا تاریکیوں میں کارواں
کھو گیا اپنی نظر سے کوئے یار

یہ جہاں لگتا ہے مانند سراب
زندگی سے اٹھ گیا ہے اعتبار

کاش کوئی ایسا نامہ بر ملے
لے اڑے جو ڈوبتے دل کی پکار

اس کو بھی بے چین تو کر دے کوئی
دیکھنے جو آئی اپنا حال زار

مر بھی جائیں ہم اگر سیماب جی
دیکھ تو لیں اس کو پھر سے ایک بار

○

یہ دست نازک کے ان کی کرامت
"رگ گل سے بلبل کے پر باندھتے ہیں"

مرے دست و پا باندھ کر کیا کریں گے؟
نہیں باندھتے وہ مگر باندھتے ہیں

کمالِ فنِ حسنِ اُلفت تو دیکھو
مخاطب کے قلب و نظر باندھتے ہیں

ہوا تیر نظروں کا دِل میں ترازو
یہ دیوانے دیکھو جگر باندھتے ہیں

اسیر محبت کا پوچھو انہیں سے
کہ وہ اپنے قیدی کدھر باندھتے ہیں

جنہیں دِل کا اپنا مکیں جانتے تھے
جو دیکھا تو زادِ سفر باندھتے ہیں

اُلجھتے ہیں جھونکے تو بنتا ہے طوفاں
یہ سب ان کی گردِ سفر باندھتے ہیں

کہاں قید ہوتا ہے سیماب ویسے
گرہ دے کے اس کو مگر باندھتے ہیں

○

ترا نام لب پر تری یاد دِل میں
چلو آج کی عید ہم بھی منائیں

غضب کیسا ڈھاتی ہیں یادیں تمہاری
خفا بھی ہوں ان سے گلے بھی لگائیں

نہیں بھولتے ہم شب و روز ان کو
اگرچہ یہ کرتا ہے دِل، بھول جائیں

جو بھولا ہے ہم کو اسے یاد کر کے
بہاتے ہیں آنسو، یہ کس کو بتائیں

بہاریں پہاڑوں کی بے باک ایسی
یہ گلشن سجائیں تو جنگل بسائیں

ہے پھولوں کی رنگت میں تصویر ان کی
فضاؤں میں جنگل کی وہ یاد آئیں

ہیں یادیں تمہاری مرے دل کی دولت
مگر اب یہ ڈر ہے کہیں چھن نہ جائیں

اگر آ سکو تو انہیں تازہ کر دو
کہ دھندلا رہی ہیں تمہاری ادائیں

اگر تم چلے آؤ سیماب اِک دن
اس اک دن سے لاکھوں ہم عیدیں منائیں

○

رہزن ہو تو لوٹا نہیں پھر آج تلک کیوں؟
"رہبر ہو تو منزل کا پتا کیوں نہیں دیتے"

اِک آس ملن کی ہے دِل زار میں ہر دم
شعلہ سا لپکتا ہے بجھا کیوں نہیں دیتے؟

یا حسن کی خیرات سے بھر دیں مری جھولی
یا در سے مجھے آپ اٹھا کیوں نہیں دیتے؟

کہتے ہیں خدا سنتا ہے ہر ایک کی فریاد
تم اس کو دلِ زار صدا کیوں نہیں دیتے

مر جانے دو بیمار محبت کو مسیحا
کیوں وصل کی تم اس کو دوا کیوں نہیں دیتے؟

اس چاند کا چرچا ہے سرِ محفل عشاق
پردے کو ذرا رخ سے ہٹا کیوں نہیں دیتے؟

جو دن کے اُجالے میں تمہیں آیا ہے ملنے
تم قصہ شب اس کو سنا کیوں نہیں دیتے؟

جب آگ لگائی ہے تو جل جانے دو سب کچھ
پھر اپنے ہی دامن سے ہوا کیوں نہیں دیتے؟

سیماب تڑپتا ہے تو بن جاتے ہیں قصے
دیوانے کو بستی سے اٹھا کیوں نہیں دیتے؟

○

تیری دُعائیں اور ہیں میری دُعائیں اور ہیں
عاشق دِل فگار کی ساری ادائیں اور ہیں

ہم نے تھا دل دیا تجھے ہم سے بڑی خطا ہوئی
جرم ہی یہ عجیب ہے اس کی سزائیں اور ہیں

وصل ہو یا ہو درد ہجر یہ تو ہے عام سی خبر
ہوتی ہیں ہم پہ نت نئی جو، وہ جفائیں اور ہیں

پہنچیں گے ہمسفر کہاں وقت ہی بتائے گا
بیٹھے ہیں آج کل جہاں کچھ یہ فضائیں اور ہیں

برسیں مسرتیں کہیں برسا کریں ہزار بار
گرتی ہیں ہم پہ بجلیاں جن سے 'گھٹائیں اور ہیں

دور جو رہنا چاہو تم' ہم سے رہو ہزار بار
ہم کو ہے وصل کی طلب اپنی دُعائیں اور ہیں

خونِ جگر یہ دردِ دل' جرم کی اس سزا نہیں
ہم سے ہوئی تھیں جو کبھی وہ تو خطائیں اور ہیں

چاند رات ہے عجب چھپتا ہے چاند کہر میں
دشت کی خامشی میں کچھ بھیگی صدائیں اور ہیں

رنگ نہ بدلو اے فقیر! اچھی نہیں ہے یہ ادا
جن کے ہوئے اسیر ہم وہ کچھ ادائیں اور ہیں

○

آئے گر اِک بار بھی تو میرے ہاں
میں ہنسوں اتنا کہ تو رونے لگے

ہو لڑائی میں بھی اِک کیف و سرور
آنکھ بھاری ہو کے بند ہونے لگے

پھر تڑپ اُٹھیں کہیں سے بجلیاں
تھک کے گر جذبہ کبھی سونے لگے

ہاتھ تک ہوں جذبۂ دِل کے اسیر
ان سے دامن عقل کا کھونے لگے

ڈوب جائیں رات کی پنہائیاں
صبح بن سورج طلوع ہونے لگے

لگتا ہے یہ بھی ادھورا خواب ہے
جگ میں ایسا کیوں بھلا ہونے لگے

زندہ ہیں کچھ لوگ خوابوں پر فقیر
اس طرح ہو جائے' یوں ہونے لگے

○

تیری شہرت' تیری باتوں کا ہر گھر میں چرچا ہے
چھین نہ لے جائیں یہ تجھ کو اب تو یہ ڈر لگتا ہے

سورج آسا کرنیں تیری پھیل گئیں اس دنیا میں
کتنے لوگوں کا ماتھا نت تیرے نور سے سجتا ہے

گھر گھر کی ڈھلتی شاموں میں ہوتی ہیں یادیں تیری
صبح جب آجاتی ہے تو پھر گجر سہانا بجتا ہے

ذرے اس دھرتی کے اک دن تارے بن کر چمکیں گے
ہو گا روشن چاند کا ہالہ، مستقبل میں لگتا ہے

آتے جاتے لوگ رہیں گے رہے گا گلشن یہ آباد
نام تمہارا کساتھ رہے گا اس سے گلشن سجتا ہے

روشن قوم کی تقدیریں ہوں مستقبل تابندہ ہو
چمکانے کو یوں قندیلیں خون پسینہ لگتا ہے

جنگل کی قسمت جاگی اور بس گئے یہ ویرانے بھی
اس بستی کا ڈنکا دیکھو کل عالم میں بجتا ہے

روشنی کے مینار بنانا ہے سیماب انوکھا کام
جان بھی اپنی کام آئے تو سودا سستا لگتا ہے

○

یوں اکیلے میں جو گھبراتا ہے دِل
خط کے آنے سے بہل جاتا ہے دِل

عقل تو سمجھے جدائی کا سبب
ایسی باتیں کب سمجھ پاتا ہے دِل

اس سے دوری کا تصور کربناک
جب کسی بندے پہ آ جاتا ہے دِل

رات کی سنتا ہے جب سرگوشیاں
پاس تجھ کو اس گھڑی پاتا ہے دِل

یہ مٹا دیتا ہے سارے فاصلے
کیا بلا ہے! کیا غضب ڈھاتا ہے دِل

جب کبھی نیت نمازوں کی کروں
سامنے اپنے تجھے پاتا ہے دِل

پاس میرے جس گھڑی کوئی نہ ہو
یاد سے تیری لپٹ جاتا ہے دِل

در پہ آہٹ ہو دھڑک اٹھتا ہے یہ
یوں حسیں دھوکے بہت کھاتا ہے دِل

عشق کے تیرے بھنور بنتے ہیں جب
یاد کی نیّا بہا لاتا ہے دِل

آ بھی جاؤ کب تلک تڑپاؤ گے
جاں بلب ہوں ڈوبتا جاتا ہے دِل

اَب بتاؤ آپ ہی سیماب جی
ہجر میں کیسے سنبھل جاتا ہے دِل

○

دِل ہے میرا اس پہ بس میرا نہیں
ہے یہ میرے ہاں کسی کے نام سے

زندگی بخشیں جہاں بھر کو قلوب
ہم گئے دِل ہی کے باعث کام سے

دِل سے ہر کروٹ پہ اٹھتا ہے دُھواں
کس طرح سوتے ہو تم آرام سے

دِل کا سودا کر چکے جو دہر میں
کیا ڈراؤ گے انہیں انجام سے

دار کے سر پر ہے امید وصال
بھر گیا دل زندگی کے نام سے

بے وفائی جس کی اِک پہچان ہے
ہیں امیدیں اس بت گلفام سے

کس لیے تڑپیں گے آخر ہم فقیر
جی نہیں کرتا کہ نکلیں دام سے

ابدی بہاریں

آنکھ میری لے کے دیکھو، دیکھنا چاہو اگر
گلشن محبوب کی رہتی بہاروں کا سماں

انجانا رشتہ

کچھ لوگوں نے یہ سوچا ہے ہم سے بیر کمائیں
جھوٹی سچی بات بنا کر ہمیں سنانے آئیں

یوں بانٹیں وہ درد ہمارا بنیں وہ دوست ہمارے
لیکن چبھتی باتیں ان کی اپنا درد بڑھائیں

نام سے تیری کریں شکایت، شکوہ، رنجش اور غم
کبھی وہ تیرے نام سے آکر اپنا دِل بہلائیں

کبھی کہیں، وہ نام تمہارا سن نہیں سکتے ہرگز
کبھی کہیں، وہ تو کہتے تھے، ہم سے ملنے آئیں

کبھی کریں تعریف تمہاری کتنے اچھے ہیں وہ
کبھی کہیں، ملنے جاؤ تو کہتے ہیں مت آئیں

کتنے سادہ ہیں یہ بندے آخر تیری باتیں
کس برتے پہ ان سے پوچھو مجھے بتانے آئیں

جو میں جانوں یہ کب جانیں کون ہو تم؟ کیسے ہو؟
ان کے پاس تو بس باتیں ہیں باتوں پر کیوں جائیں

تیرا میرا رشتہ کیا ہے؟ یہ کب جان سکیں گے
ان کا گزر نہیں جس رستے سے ہم کیسے سمجھائیں

کس نے کہا ہے کہ ہر راہی پا لیتا ہے منزل
عشق و محبت کا یہ حاصل کہ واصل ہو جائیں

عشق وہ درد ہے جس کو عاشق بہت ہی پیارا جانیں
کبھی نہ چاہیں کہ اس آگ سے وہ باہر آجائیں

تم تو سارا افسانہ ہی سن لیتے ہو ان سے
کبھی کبھی یہ اس قصے میں نام تمہارا لائیں

اس سے آگے تم کیسے ہو؟ کیا سوچا ہے تم نے؟
یہ سب تو دِل میرا جانے' یہ کیا مجھے بتائیں

کوئی تو سیماب ہو ایسا تیرے نام سے آئے
یوں تو لوگ ہزاروں ہر دم ہم سے ملنے آئیں

بہار

تم نہیں آئے تو پھر یہ کس لئے
ایسے ویرانوں میں آتی ہے بہار ؟

پیرہن کی تیرے خوشبو ہر دفعہ
یہ کہاں سے لے کے آتی ہے بہار

لوٹ کر لاتی ہے جو خوش رنگ پھول
دامن دِل پر سجاتی ہے بہار

چاند کی کرنیں سجا کر رات کو
تیری تصویریں بناتی ہے بہار

تجھ سے ملنا' بیٹھنا' لڑنا کبھی
یاد کیا کیا کچھ دلاتی ہے بہار

دِل ہم ایسوں کا جلانے کے لیے
پھول پر شبنم سجاتی ہے بہار

تم نہ آئے لوٹ کر مدت ہوئی
لوٹ کر سو بار آتی ہے بہار

تیرے آنے کی ہیں اُمیدیں اسے
فرش مخمل کے بچھاتی ہے بہار

جا کسی گل رخ سے کر اٹکھیلیاں
کیوں فقیروں کو ستاتی ہے بہار

انوکھی مسیحائی

کس قدر ہے مہرباں دیکھو ذرا
دور ہو تو درد دیتا ہے سوا

پاس گر ہو تو جلاتا ہے ہمیں
اِک عجب ہوتی ہے راحت آگ میں

بات کرنا' دیکھنا اس کا عجیب
سامنے والے کو کر دے جاں بلب

مرنے والے کو عطا ہو زندگی
بات گر وہ دور سے کر لے کبھی

ہے مسیحا وہ نرالی شان کا
زندگی بھی، موت بھی کر دے عطا

کس قدر شاہیں ہوئے اس کے اسیر
در پہ جو اس کے پھریں بن کے فقیر

سینکڑوں دل دھڑکیں اس کے نام سے
اس سے کٹ جائیں تو جائیں کام سے

ہے وہ میرا، میں بھی ہوں اس کا غلام
زندگی کر دی ہے میں نے اسکے نام

ناز ہے مجھ کو اس کی ذات پر
ہو گی میری مغفرت اس بات پر

اس نے سمجھایا مجھے' ہے عشق کیا؟
حق محبت کا کریں کیسے ادا

تم بھی گر سیماب چاہو تو کرو
عشق کے لائق عجب بندہ ہے وہ

کیف

بادلوں نے ڈھانپ لی ہیں چوٹیاں
رنگ بکھرے ہیں فضا میں چار سو

لے کے خوشبو پھول سے دیکھو ہوا
بانٹتی پھرتی ہے اس کو کو بہ کو

ایسے لگتا ہے چٹانیں مست ہیں
دھل کے بادل سے ہوئیں آئینہ رو

راستہ کہسار سے لپٹا ہے یوں
دامن اپنے میں چھپا لیتا ہے رو

ان پہ گزری ہیں کئی راتیں مری
ان کی صبحیں شام سے بھی تند خو

چھٹ گئے بادل نکل آیا ہے چاند
ہاں وہی جس سے ہے کرتا پیار تو

تیرا چہرہ دیکھتا ہوں چاند میں
ہے کہیں شاید تو اس کے رو برو

ان فضاؤں میں نرالا کیف ہے
جیسے ہوں نغمے بکھرتے چار سو

وادیوں کی مست رنگیں ہے فضا
کس قدر سیماب یاد آتا ہے تو

شادی کی پہلی سالگرہ' اکیلے میں

کس قدر جلدی گزر جاتے ہیں دن
کتنی جلدی لوٹ کر آتے ہیں دن

گردش ایام کا دیکھو کمال
ہو گیا شادی کو اپنی ایک سال

ہم نہ تھے اِک دوسرے کو جانتے
اس حسیں بندھن سے دونوں اِک ہوئے

کس قدر خوشرنگ وہ لمحات تھے
خوشبوؤں میں بس گئے دن رات تھے

آج پھر دلہن بنی ہوں میں مگر
کیسے آئیں گے وہ لمحے لوٹ کر

میں کہاں ہوں تو کہاں ہے یا عجب
کیک کاٹوں وصل کا اور سی کے لب

بات ملنے کی کروں لیکن بتا
کتنا ظالم ہجر کا یہ سال تھا

وصل کی گھڑیاں سہانا خواب تھیں
باتوں باتوں ہی میں ساری کٹ گئیں

تب سے اب تک میں ہوں تیری یاد ہے
یاد سے تیری یہ دل آباد ہے

آ کے پھر سے لوٹ کر آئے بہار
دل دعائیں دے گا تجھ کو بے شمار

جذبہ دِل آزمانے کے لیے
جشن ہے تجھ کو بلانے کے لیے

عید قرباں

وہ نہیں آئے مگر آئی ہے عید
یاد ان کی ساتھ پھر لائی ہے عید

کتنی ہی عیدیں گزاریں ہجر میں
اس طرح کی پھر سے اک آئی ہے عید

کس قدر پھیلی ہیں خوشیاں ہر طرف
ہر درو دیوار پر چھائی ہے عید

کتنے ہی آئے مسافر لوٹ کر
کتنے لوگوں کو ملا پائی ہے عید

لاشے بھی تڑپیں گے، بکھرے گا لہو
عید قرباں بھی تو کہلائی ہے عید

ہے جہاں بھر کے لئے ملنے کا دن
سر مقتل ہمیں لائی ہے عید

کچھ تو لاشے بھی ہیں بے گور و کفن
سرفروشوں کو کہاں لائی ہے عید

ہیں وہ بوسنیا میں یا کشمیر میں
ہر جگہ پر ایک سی آئی ہے عید

ہے فلسطین میں تو کابل میں کبھی
الجزائر پر کبھی چھائی ہے عید

اپنا دامن یاد میں تیری فقیر
دین و دنیا سے چھڑا لائی ہے عید

عید

ختم ہے رمضان کا مومن کی عید
اصل میں ہے وصل کی اس میں امید

زندگی کی لذتوں کو چھوڑ کر
کھانے اور پینے سے بھی منہ موڑ کر

روک کر سب کاروبار زندگی
آرزو میں تھا فقط دیدار کی

چاند نے تب عید کے آکر کہا
پا لیا مومن نے اپنا مدعا

جھک گئے سر بارگاہوں میں تری
کس قدر تھی صبح روشن عید کی

ایک ہے پھر اور بھی دن عید کا
راستہ روشن ہے تیری دید کا

خواہشوں کے سب لبادے چھوڑ کر
اس جہاں سے سارے رشتے توڑ کر

پہن کر کفنی سی اِک احرام کی
سینہ بریاں چشم گریاں ہیں سبھی

کرتے ہیں قربان اپنی ذات کو
چھوڑ کر سب کچھ گئے عرفات کو

ہو نہ جن کو وصل کی کوئی امید
وہ منائیں گے بھلا کیا خاک عید

کاش ہم سے بھی ترے قاصد کہیں
عید کی اُمید پر روزے رکھیں

یا بتا احرام کی صُورت کوئی
ذبح ہوں ہم نام پر تیرے کبھی

پھر تڑپ کر لاشہ دنیا سے کہے
کتنے روشن ہیں یہ لمحے عید کے

ہو کبھی تو چاند ایسا بھی کوئی
دے خبر سیماب کو بھی عید کی

قرینہ محبت

محبت نام ہے سب کے' فدا ہونے کا' مٹنے کا
یہی حاصل ہے بالآخر محبت کے قرینوں کا

مردانِ حر

نظر کے سامنے آیا نہ منظر آبگینوں کا
اگرچہ در پہ جھک جانا مقدر ہے جبینوں کا

جہاں مردانِ حر بستے ہوں اک ہیبت سی ہوتی ہے
نہیں باطل کو ہوتا خوف ہرگز نازنینوں کا

جواں قومیں ہوا کرتی ہیں بس خونِ شہیداں سے
سروں کا تاج بنتا ہے انہیں خوش تر نگینوں کا

وہی زندہ ہے جس کی قوم زندہ ہے زمانوں میں
زمیں کی پیٹھ پر ورنہ وہ لقمہ ہے زمینوں کا

محبت نام ہے سب کے 'فدا ہونے کا' مٹنے کا
یہی حاصل ہے بالآخر محبت کے قرینوں کا

ہو جن کا عشق صادق وہ سمندر چیر جاتے ہیں
بھلا دیوانہ کب محتاج ہوتا ہے سفینوں کا

اگر تعمیر ہی مقصود ہو تو عمر لگتی ہے
نہیں ہے کام یہ سیماب سالوں کا' مہینوں کا

آرزو

گل بداماں تھے کبھی جو دہر میں
چھن گیا اس قوم سے رنگ بہار

بے قراری ہے دل مسلم میں آج
جس نے بخشا تھا جہاں بھر کو قرار

ہے رواں اغیار کی راہوں پہ یہ
راہ سے بھٹکا ہے اس کا رہوار

اپنے حصے کا تو کر جاؤ فقیر
تم نہ آؤ گے جہاں میں بار بار

حسینؓ و یزید

ڈھل گیا سنت کے سانچے میں حسینؓ
ہے خلاف سنت سرورؐ یزید

جان دے کر حق کو روشن کر گیا
بڑھ گئی اس سمت تاریکی مزید

ہے نمونہ خلق نبویؐ کا حسینؓ
جس سے محرومی کا ہے مظہر یزید

جانؔ و مال و خاندان قرباں حسینؓ
وار دنیا کی طلب کا در یزید

کٹ گیا سر، جھک نہ پایا یہ حسینؓ
جھک گیا باطل کے جو در پر، یزید

آج بھی حق کی علامت ہے حسینؓ
آج بھی ہے ظلم کا مظہر یزید

خود کو دیکھو کون سی صف میں ہو تم
جس کا قائد ابن حیدرؓ یا یزید

اللہ کی شاہی

تری ہر ادا میں اے نور مجسمؐ
ہے پنہاں تجلی ذات الٰہی

نہیں بات مخفی یہ اہل نظر سے
زمانے نے دی ہے اسی پر گواہی

جو ہٹ کر چلیں تیری راہوں سے آقا!
مقدر میں ان کے لکھی ہے تباہی

کوئی تو راہوں کو اب روشن کرے
اس کے خاکستر میں ہیں شعلے ہزار

کوئی ہو جو تھام لے طوفان میں
اس بھٹکنے والے ناقہ کی مہار

غیر کے در کی گدائی سے بھلی
غیر کے ہاتھوں اگر مل جائے دار

اپنی راہوں سے جو بھٹکیں بد نصیب
ان کے چلنے کا بھلا کیا اعتبار

کاش کوئی خاک بطحا لا کے دے
قوم کے چہرے کو دیں پھر سے نکھار

ہو جبیں روشن خدا کے نور سے
ہو بحال اقوام میں اپنا وقار

معیشت' سیاست ہو یا ہو عدالت
ترے نقشِ پا دیکھ سکتا ہے راہی

زمانے کو پھر زیر کرنے کی خاطر
لیے کفر آیا مہذب سیاہی

مگر تیرے خادم نہ بھٹکیں گے ہرگز
مقدر میں جن کے ہے تیری پناہی

زمانے سے پنجہ لڑائیں گے پھر وہ
تڑپ دل میں رکھتے ہیں تیرے سپاہی

ترے وصل کا یہ حسیں راستہ ہے
ترے دین کی خوں سے دیں گے گواہی

عطا نور ہو پھر سے امت کو آقاؐ
کریں دور ذہنوں سے ان کے سیاہی

زمانے کو دے تیرا پیغام سیماب
ہو قائم زمانے پہ اللہ کی شاہی